یہ ہیں تمام دستاویزی اعلانات، مگر سوال یہ ہے کہ ہونے والے حادثہ سے ان کا کیا تعلق ہے۔ سچ یہ ہے کہ جرمنی، برطانیہ، فرانس اور جنوبی افریقہ کی یہ رائیں وقت پر بدل جائینگی۔ ہم پیش بینی کے طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اگر مسٹر چیمبرلین کو انگلستان میں مقبولیت حاصل رہی تو امن کے شیطان کے مُنہ میں نوآبادیات کا زیرہ بھی ڈال دیا جائیگا۔

تحریکِ آزادیِ فلسطین

فلسطین کی تحریک پورے شباب پر ہے، عرب مجاہدین اپنی متوازی حکومت قائم کرچکے ہیں۔ جرنیل عبدالرزاق صدر مجلس جنگ کی حیثیت سے مجاہدین کی افواج کو کمان کررہے ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ مفتی اعظم سید امین الحسینی کی ہدایات ان کو پہنچتی رہتی ہیں۔ بیت المقدس، طول کرم، حیفا اور یافا کے علاوہ بیشتر علاقہ پر عرب حکومت قائم ہے تین چار مقامات پر انگریزی حکومت ہے مگر انتظامی نہیں بلکہ فوجی

اکتوبر سے اس وقت تک یہی حالت ہے۔ ڈیلی ٹیلیگراف نے شکایت کی تھی کہ ہماری فوجیں کم ہیں اور مغلوب ہورہی ہیں چنانچہ ۱۰۔ اکتوبر کو چار مزید بٹالین بھیجی گئیں۔ توپ خانہ، مسلح کاریں، فولادی ٹینک اور رسالہ کی دو پلٹنیں، مالٹا سے گورہ فوج کے دو دستے کمک کے طور پر فلسطین پہنچے۔ چنانچہ یکم نومبر ۱۹۳۸ء کو جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو مسٹر میکڈانلڈ وزیر نوآبادیات نے غرور کی شراب پی کر فرمایا ؛

فلسطین کے جنرل کمانڈنگ آفیسر کے پاس اب اتنی فوج ہے کہ جتنی کہ بحالیِ امن کے لیے، عرب ڈاکوؤں کو کچلنے کے لیے اور قانون کو باقی رکھنے کے لیے ضروری ہے۔"

اس اعلان کے بعد مجاہدین اور انگریزی فوجوں میں جنگ ہوتی رہی، عربوں کا خون قدس کی گلیوں میں پانی کے بھاؤ گرا اور بہتا پھرا، گورہ جوان بھی مرتے رہے اور مارتے رہے، مگر فلسطین کی تقدیر بدستور عرب مجاہدین کے بازو کا تعویذ بنی رہی۔ بالآخر صرف چوبیسؔ دن کے بعد یعنی ۲۴۔ نومبر ۳۸ء کو مغرور

میکڈانلڈ کو اپنے الفاظ واپس لینے پڑے۔ یکم نومبر کو جس شخص نے عربوں کو ڈاکوؤں کا خطاب دیا تھا، اُس نے ۲۴۔ نومبر کو پارلیمنٹ میں یہ الفاظ کہے مگر دل کی رضا سے نہیں واقعات کے جبر سے۔

"بہت سے لوگوں نے عرب تحریک کو بدمعاشوں کے گروہ کی سرگرمیوں سے تعبیر کیا ہے لیکن دراصل ہم یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ فلسطین کی تحریک میں حب وطن کا خالص جذبہ موجود ہے"۔

برطانیہ کی مجبوری کا راز اس وقت اور کھلا جب اعلان کیا گیا کہ فلسطین کی تقسیم کی اسکیم قابل عمل نہیں ہے۔ اب برطانیہ عظمیٰ کی حکمت عملی یہ طے پائی کہ لندن میں گول میز کانفرنس طلب کی جائے جس میں متعلقہ جماعتوں کی نمائندگی ہو یعنی (۱) فلسطین کے عربوں کی (۲) فلسطین کے یہودیوں کی (۳) متعلقہ عرب حکومتوں کی (۴) برطانوی حکومت کی۔

کانفرنس کب ہوگی اس وقت اس کی کوئی اطلاع نہیں؛ مگر غالباً کہا جاسکتا ہے کہ ۱۸۔ جنوری ہوگی۔ اس وقت پندرہ ہزار مجاہدین اور دس ہزار گورہ فوج قراولی جنگ میں مصروف ہیں۔ فلسطین کی تباہی کی داستانیں بھی کسی نہ کسی ذریعہ سے عوام کے کانوں تک روزانہ پہنچ رہی ہیں۔ اور گول میز کانفرنس کی تیاری کے مبارک پیغامات بھی کانوں کی راہ سے دل میں اُتارے جارہے ہیں۔

آئیے اب فلسطین کی نمائندہ انجمنوں، اداروں اور شخصیتوں پر ایک نظر ڈالیں تاکہ آئندہ کے واقعات کی تعبیر میں سہولت پیدا ہوسکے۔

(۱) مسٹر ہیرلڈ مائیکل۔ ہائی کمشنر فلسطین جن کی رائے پر برطانوی رائے کا مدار ہے۔

(۲) الحاج امین الحسینی مفتی اعظم جو لبنان کے قصبہ کرنائل میں جلاوطنی کے دن گزار رہے ہیں۔ اور عربی تصورات کی رہنمائی کر رہے ہیں۔

(۳) مسلم سپریم کونسل (مجلس اسلامی اعلیٰ) جو اب نیم سرکاری ادارہ ہے اور پہلے مفتی اعظم کے ماتحت تھا

(۴) عرب ہائی کمیٹی جو جہاد آزادی کی رہنما ہے اور اس وقت خلاف قانون ہے۔

یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ ہائی کمشنر اور ان کی انتظامی کونسل گول میز کانفرنس کو ضرور قوت بہم پہنچائینگے۔ مگر ایک طرف عرب بد دل ہیں، اس لیے کہ مفتی اعظم کانفرنس میں مدعو نہیں ہیں۔ دوسری طرف یہود احتجاج کر رہے ہیں کہ پالیسی میں تبدیلی کیوں کی گئی۔

یہودی پروپگنڈا ایجنسی نے لندن میں اعلان کر کے اپنے غصہ کو زیادہ واضح کر دیا ہے۔ یہ اعلان ۱۲۔ نومبر کو ہوا تھا۔ اور رسمی اعتبار سے واحد ذمہ دارانہ اعلان سمجھا گیا ہے۔

"وڈہیڈ کمیشن نے نہ صرف وطن یہود کے تصور کا خاتمہ کر دیا ہے بلکہ اعلان بالفور کو بھی عملاً بے معنی قرار دے دیا ہے۔ یہاں تک برطانوی انتداب کے تمام تصورات بھی ختم ہو گئے ہیں۔ یہود کسی ایسی کانفرنس میں شریک نہیں ہو سکتے جو اعلان بالفور اور انتدابی اصول کے مسلمہ ضوابط پر مبنی نہ ہو"۔

یہود اور عرب دونوں کانفرنس سے ناراض ہیں صرف برطانیہ خوش ہے کتنی قیمتی ہے خوشی جو دو قوموں سے متضاد وعدے کر کے اور اُن کو آپس میں ٹکرا کر حاصل کی گئی ہے لیکن یہ خوشی دیرپا نہ ہوگی اگر عربوں کو خوش نہ کیا گیا۔ دیکھیے برطانوی دماغ اس الجھن سے کیسے نکلتا ہے۔